

ڈاکٹر ابو الفضل خجستہ رواں - دانش اکاؤنٹنٹس اور پرنٹنگ

علاء الدین علی بن ابی طالب

اول

اوپر شریفی

حقن ہوا۔ ایک دفع میرے ایک پیٹرنے مجھے پوچھا " حاجی اسلام آباد کالج پشاور کا سنگ بنیاد کس نے رکھا تھا؟ " میں نے کہا " حاجی صاحب ترنگ زنی نے " لیکن اسلام آباد کالج میں حاجی صاحب کے نام کی کوئی تختی نظر نہیں آتی جس سے معلوم ہو کہ کالج کے بانی حاجی صاحب تھے۔ کالج کے مالی پروموس کیپل کے نام کا بورڈ لگا ہوا ہے۔

" یہ روس کیپل کرن کھا " پر خوردار سے پوچھا۔

میں نے جواب دیا یہ صوبہ سرحد کا روسوئے زمانہ انگریز حکمران تھا جس نے صوبہ سرحد کے ان بزرگان دین کی آبروریزی میں کوئی کسر اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ جو پاک دہندہ میں انگریزی حکومت کے خلاف تھے۔ ان بزرگان خدا میں حاجی صاحب ترنگ زنی سرفہرست تھے۔

حاجی صاحب نے علاقہ خیر میں ہجرت کی دہائی سے انہوں نے انگریزوں کے جبر و استبداد کے خلاف کئی جنگیں لڑیں۔ روس کیپل مردو سے مجاہدین اور ان کے ناصحین کو ان کی جہادوں سے محروم کر دیا۔ ان کے گھروں کو بھجوا کر دیا۔ اور علماء دین کے خلاف اس قدر مہم چلائی کہ اس کا اثر انگریزی ذہنیت واسلے افراد میں آج بھی موجود ہے۔

لڑکے نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جس گھر میں کوئی پیرا آدمی عارضی حکومت اختیار کرتا ہے تو اس گھر پر وقتی طور پر اپنے نام کا سائن بورڈ بھی لگاتا ہے۔ لیکن اس کے جلسے کے بعد مالک مکان فوراً پیرا سائن بورڈ اتار کر اپنا بورڈ آؤٹ لگاتا ہے۔ انگریز خبیث تو چلے گئے لیکن پاکستان کے درودیوار پیرا آدمی کے ۳۳ سال گزر جانے کے باوجود بھی ان کے نام نظر آتے ہیں۔ مثلاً بٹلر ہسٹل، مارڈنگ ہسٹل، ایڈورڈ کالج، ڈو کالج، میو ہسپتال، ایڈی ریڈنگ ہسپتال، اور ایڈیٹ آباد وغیرہ۔ کیا ہم اس قابل نہیں کہ ان ناموں کو حرف غلط کٹھنٹا کر ان کی جگہ اپنے مشاہیر علماء دین، سائنس دان اور سیاستدانوں کے نام نصب کریں؟

کیا ہمارے علماء دین اس اعزاز کے مستحق نہیں؟ جنہوں نے پاک و ہند کو آزاد کرایا۔

میں نے کہا تو نے بجا کہا۔ ہمارے علماء دین و مشائخ مثلاً حاجی امجد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مائٹا، مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ، مولانا عبید اللہ صاحب سندھی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، علی برادرانؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ کوڑہ خٹک اور مولانا عبدالعزیز الہیمیؒ یہ اور تاریخ اسلام کے اویہ بہت سی ایسی نامور ہستیوں ہیں کہ اگر کوئی نہ کوئی شہر، ادارہ، سڑک، عمارت، کارخانہ، باغ، کتب خانہ وغیرہ کی نسبت ان سے کر دی جائے تو موجودہ اور آنے والی نسل کے ذہن میں ان کے متعلق سوالات ابھریں گے۔ اور اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے ان کی سوانح کی درق گردانی کریں گے۔

بغداد میں کوئی بھی ایسا ادارہ نہیں جو تاریخ اسلام کے بہادروں سے منسوب نہ ہو مثال کے طور پر "مطار مثنیٰ" (مثنیٰ ایرپورٹ) ظاہر ہے کہ مثنیٰ حضور کے ایک مشہور صحابی تھے۔ کربلا سے مشرق کی طرف ایک گاؤں کا نام "مسیب" ہے اور یہ بھی ایک صحابی کا نام ہے۔ ہم نے منظر گری کا نام بدل کر سامہوال کھا پتہ نہیں کہ سامہوال وال کا کیا مطلب ہے۔ اور لائل پور کو فیصل آباد سے بدلا۔ ۳۷ سال کے عرصہ میں صرف ایک شہر کے نام کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا کہ شاہ فیصل مرحوم کی یاد پاک تان میں تازہ رہے۔

برخوردار نے مرید پوچھا یہ میمنی صاحب کون ہیں جن کا ذکر آپ سے سنتا رہتا ہوں۔ لیکن پاکستانی پریس۔ ٹیلیوژن اور ریڈیو میں کبھی نہیں سنا۔ کبھی یوم وفات کی تاریخ پر ان سے متعلق کوئی مقالہ شائع ہوا اور نہ کبھی کوئی تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔

برخوردار کو مطمئن کرنے کے لئے میمنی صاحب کے حالات زندگی اور ادب عربی کے ضمن میں ان کی خدمات پر تقریر کی۔ پھر چاہا کہ اس تقریر کو تحریر کی شکل میں قارئین الحق کی خدمت میں پیش کروں۔

آپ کی ابتدائی زندگی | وہ خود اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ "اگر خدا نے مجھے بٹا دیا تو میں اسے دینی تعلیم کے لئے وقف کروں گا" ان کے والد اور چچا خود میٹرے عالم تھے۔ چنانچہ جب میمنی صاحب ۸۸۸ء میں پیدا ہوئے اور سن شیر خوار ہی سے گزر گئے تو آپ کے والد اور چچا نے آپ کی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ علوم دین کی ابتدائی کتب آپ نے گھر پر پڑھیں پھر دہلی چلے گئے۔ ۱۹۱۱ء تک یہاں تعلیم میں مصروف رہے بعد ازاں مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات امتیاز سے پاس گئے۔

ملازمت | سرحد کی خوش نصیبی دیکھتے کہ یہ عربی ادب کا گورنر ملازمت کے سلسلے میں پشاور آئے اور یہاں ایڈورڈ کالج میں عربی فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہ ۱۹۲۰ء کا زمانہ تھا یہاں آپ نے اپنا فرض منصبی ختم اسلامی

سے نبھایا۔ پھر آپ اور ٹیل کالج لاہور چلے گئے۔ یہاں درس و تدریس کے بعد آپ اپنا زیادہ وقت پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں گزارتے۔ آپ اپنے وسیع مطالعہ کی بدولت عربی کے مشہور عالم بن گئے۔ جامعہ علی گڑھ میں ملازمت آپ کی تحقیق و تدقیق کی شہرت سن کر علی گڑھ یونیورسٹی کی انتظامیہ نے آپ کو عربی و فارسی کی پوسٹ کی پیش کش کی۔ جسے آپ نے قبول فرمایا۔ آپ سے پہلے اس عہدے پر کوئی مستشرق فائزہ ہوتا تھا کیونکہ کوئی ہندوستانی استاد مسیروں تھا۔ ۲۵ سال تک آپ علی گڑھ میں رہے۔ آپ کی شہرت عرب ممالک تک پھیل گئی۔

عربوں میں مقبولیت | مصر۔ دمشق اور بغداد یونیورسٹی نے آپ کو عربی زبان کی اکادمیوں کا ممبر منتخب کیا آپ کے تحقیقی مضامین وہاں کے عربی مجلوں میں شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۲۶ء میں حکومت عراق نے عربی زبان کے ہزار رسالہ جشن میں آپ کو مجلس تنفیذی کا صدر مقرر کیا اور مستقل دعوت نامہ بھیجا۔ لیکن حکومت ہند اور عراقی حکومت کے مابین اختلافات کی بنا پر انگریزوں نے جشن میں شمولیت کی اجازت نہ دی۔

۱۹۵۷ء میں جب آپ فریضہ حج ادا کرنے سعودیہ عرب گئے تو سعودی حکومت نے آپ کو شاہی مہمان بنایا وہاں کے شاہی شاعر نے آپ کی عربی خدمات کے اعتراف میں ایک پرمغز قصیدہ پڑھا۔

پاکستانی شہریت | ۱۹۵۰ء میں جب آپ علی گڑھ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے تو کئی عرب ممالک نے تقاضا کیا کہ آپ اپنی تحقیق و تدقیق کا کام ان کے ہاں جاری رکھیں۔ لیکن آپ نہ مانے۔ اس وقت (۱۹۵۰ء) پاکستان میں مقیم مصری سفیر نے کوشش کی کہ اگر عربی ادب کا یہ قیمتی نعل عربوں کے حصے میں نہیں آتا تو نہ سہی لیکن پاکستان کے حصے میں ضرور آنا چاہئے۔ چنانچہ سفیر نے کوشش سے مبینی صاحب نے ۱۹۵۴ء میں پاکستانی شہریت قبول کر لی اور عرب دنیا میں ہندی کے بجائے پاکستانی نام سے مشہور ہوئے۔

ڈائریکٹر | ان دنوں پاکستان کا صدر مقام کراچی تھا۔ وہاں بحوث اسلامیہ کے ادارے کے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ بعد ازاں یہ ادارہ اسلام آباد آیا تو آپ بھی یہیں منتقل ہو گئے۔ دیگر خدمات کے علاوہ آپ کی بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ نے عرب و عجم کی بہترین کتب سے ادارے کا کتب خانہ مزین کیا۔ خود دیا عرب گئے اور وہاں سے نادر کتابیں چن کر لائے۔ پاکستان کے قریہ قریہ پھر کراہ اسلام کی مترکہ کتب اور مخطوطات قیمتاً یا ہدیہ جمع کر کے لائبریری کو زینت بخشی۔

ادب عربی میں آپ کا مقام | جب تک یورپ اور مسلمانوں میں یکساں سطح پر مقابلے اور مقابلے ہوتے رہے تو مسلمان فاتح اور عیسائی مفتوح رہا۔ جب اس سے کام نہ چلا تو اہل یورپ نے مستشرقین کا ایک طائفہ جنم لیا۔ زر کثیر سے عربی ادب و علوم کی نادر کتب کا اپنی زبانوں میں اس طائفے نے ترجمہ کیا۔ پھر مسلمانوں نے مستشرقین

کے منحرف تراجم کو اساس بنا کر اپنی جامعات میں عربی و اسلامیات کے نصاب مرتب کئے۔ یہ کام آسمان کا تھا۔ اس سے کہ خود اسلامی مصداق کی تہ تک پہنچتے اور نصاب مرتب کرتے۔

مہمینی صاحب نے تحقیق و تنقید کا ایک ایسا سائنٹیفک طریقہ اختیار کیا جس کو آپ سے پہلے کسی عربی، عجمی یا مستشرق نے اختیار نہیں کیا۔ مثلاً آپ نے ثابت کیا کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد نہیں تھے بجائے اس کے کہ روایت کا ایک ڈھیر لگاتے۔ آپ نے سائنسی طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ آپ نے ثابت کیا کہ حجاج کی کوئی بیٹی نہ تھی تو داماد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی حد تک مہمینی صاحب نے ہمیں مستشرقین سے مستغنی کر دیا۔

عراقی سکالر کا اعتراف | ویسے تو تمام عرب دنیا آپ کی خدمات کی معترف ہے جس کا احاطہ کرنا اس مختصر مقالے میں مشکل ہے۔ تاہم بطور نمونہ ڈاکٹر صالح ضامن کی احساسات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جن کا اظہار انہوں نے بغداد کے ایک مہفتہ وار کثیر الاشاعت مجلے "الف بار" میں شیخ عبدالعزیز المہمینی کے متعلق فرمایا تھا۔

پاکستان سے ہمیں شیخ عبدالعزیز المہمینی کی وفات کی خبر پہنچی ہے۔ مرحوم عربی اور اسلامی میراث پھیلانے والے شہسواروں کے سرخیل تھے۔ عربی ادب کے نوادراور نفاٹس ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے قارئین کو پیش کرتے وہ مسلسل جدوجہد کی وجہ سے نصوص عربیہ کی تہ تک پہنچ جاتے اور ان کی فصاحت و بلاغت کی ایسی نشاندہی کرتے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ وہ ایک جلیل القدر عالم، ایک عالمگیر فاضل، صادق التجربہ اور ثاقب النظر محقق و مدقق تھے۔ اس نے اپنی زندگی میں اسلامی و عربی تراث (ترکہ) کی خدمت کے لئے وقف فرمایا تھا انہوں نے تنقید و تحقیق کے طفیل ایسی کتابیں منظر شہود پر لائیں۔ جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔

اب تک جب ہمیں کسی تحقیقی کام میں شک و شبہ پڑتا ہے تو ہم آپ کی تحقیقی کام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے رشد و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے تحقیقی کاموں کے چند نمونے | آپ کے تحقیقی کام بہت زیادہ ہیں جن کا ذکر کرنا بہت طوالت ہے تاہم بمصداق "مشتے نمونہ خروارے است" چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

اقلید الخزانہ۔ خزائن الادب و لب لباب لسان العرب بعد القادر البغدادی (۱۰۳۰ھ - ۱۰۹۳ھ) عربی ادب میں ایک ضخیم کتاب ہے اور قیمتی کتابوں کا ایک مجموعہ ہے لیکن اس مجموعے کے اصل اور مصداق نامعلوم تھے آپ نے ان کتابوں کی اصل اور مصداق دریافت کئے اور خزائن الادب میں کچھ اضافے بھی کئے۔ اپنے اس تحقیقی عمل کا نام آپ نے "اقلید الخزانہ" رکھا۔ ایک مصری ادیب و ناقد عبدالسلام محمد ہارون نے آپ کے اس شہ پارہ کو بے حد سراہا ہے۔

سمط اللالی فی شرح امالی القالی - اندلس کے عبدالرحمن الناصر نے (۳۰۰ - ۳۵۰ھ) ابو علی القالی کو اپنے بیٹے احکم کے لئے اتالیقی مقرر کیا تھا۔ احکم نے اپنے استاد سے املا کی شکل میں استفادہ کیا تھا۔ بعد میں ان امالی کو کتابی شکل دی گئی اور چار جلدوں کا مزید اضافہ اس میں کر دیا گیا اس مجموعے کا نام امالی لابن علی القالی پڑ گیا۔ شیخ عبدالعزیز المہینی نے بڑی تحقیق و تدقیق سے اس کی تصدیق فرمائی اور اس کاوش کا نام آپ نے سمط اللالی رکھا۔

بعد میں انہیں ابو عبید کی کتاب "التنبہ" بحر منی میں ملی جو مذکورہ امالی پر ایک تنقیدی جائزہ تھا تو آپ نے التنبہ اور سمط اللالی میں کوئی خاص فرق نہیں پایا۔
الحما سنۃ الصفوی - انسان فطری طور پر محسوس واقع ہوا ہے۔ جب بھی دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو اپنے ماحول کو سمجھنے کے لئے سوالات کا بھر مار کرتا ہے۔

ابو تمام حبیب بن اوس الطائی (۱۸۸ - ۲۳۱ھ) کے حماسہ سے عربی ذوق رکھنے والے حضرات واقف ہیں۔ ابو تمام نے عربی شعراء کے منتخب شہ پارے اپنے حماسے میں جمع کئے۔ نہ شاعر کی مختصر تاریخ درج تھی نہ شاعر کے دیوان کا حوالہ تھا اور نہ اشعار کی سباق و سیاق کی طرف کوئی اشارہ ملتا تھا۔ شیخ نے مذکورہ مشاکل کے حل کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کا یہ تحقیقی کام حماسہ صدفی کے نام سے مشہور ہوا۔

ابوالعلاء و مالک - احمد بن عبداللہ بن سلیمان التتوخی (۳۵۳ - ۴۷۹ھ) جو ابوالعلاء المعری کے نام سے تاریخ ادب عربی میں مشہور ہیں، جو نابینا تھے اور ہندی فلسفہ کی طرف مائل تھے۔ شیخ صاحب نے اس نابینا کی ادبی شعری اور فلسفیانہ افکار پر ایک تحقیقی کتاب لکھی جو "ابوالعلاء و مالک" کے نام سے مشہور ہوا۔
ایک مصری ادیب طہ حسین (۱۸۸۹ - ۱۹۷۴م) پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے ابوالعلاء پر ایک تحقیقی کام کیا۔ جو ذکری ابی العلاء کے نام سے مشہور ہوا۔ شیخ صاحب کا تحقیقی تجربہ گاہ ہند تھا اور طہ حسین کا عربی ادب کے گہوارے میں مگر جب نقادوں اور شائقین نے دونوں کتابوں کا موازنہ اور مقارنہ کیا تو ہمارے شیخ کا شمار بہت وزنی نکلا۔

دیوان حمید بن ثور - اس مقتدر اور عالی المرتبہ صحابی کے اشعار عربی ادب میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے نہایت احتیاط سے ایک شعر کا کھوج لگایا۔ ادب کی کتابوں کی ورق گردانی کی۔ ان سب کو ایک لڑی میں پر دیا۔ جو عربی ادب میں دیوان حمید بن ثور کے نام سے مشہور ہوا۔ دارالکتب المصریہ نے اسے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔

دیوان سحیم عبد بنی الحسحاس - دیوان حمید بن ثور کی طرح اس مقتدر صحابی کے گوہر جیسے اشعار ادب عربی

ہیں منتشر اور بکھرے ہوئے پڑے تھے۔ آپ نے اسے عربی مصادر کے حوالے سے ایک دیوان کی شکل میں مرتب کیا اور انہی کے نام سے منسوب کیا۔ اسے بھی دارالمکتب المصریہ نے شائع کیا۔

کتاب التنبہات علی اغالیط الرواة کتاب التنبہات "علی بن حمزہ المصری کی تالیف ہے۔ علی بن حمزہ مشہور شاعر ابوالطیب المتنبی (۳۰۳-۳۵۵ھ) کا دوست تھا۔ مسمیٰ صاحب نے اس کی مصادر کی نشاندہی کی۔ اس پر بہترین تعلیقات لکھے اس کے مغلقات کو تسہیلات میں تبدیل کیا اور کتاب التنبہات علی اغالیط الرواة کے نام سے عربی کتب خانہ میں ایک نادر نسخے کا اضافہ کیا۔

کتاب المذمومین والممدودین للفراسیج نے اس کتاب کی طرف بھی توجہ کی اس کے بہت سے نقائص کو دور کیا۔ اور سائنٹیفک طریقہ سے ترتیب دی جسے ایک نئے انداز میں مکتبہ دارالمعارف مصر نے شائع کیا۔

لسان العرب لابن منظور جمال الدین۔ علامہ عبدالعزیز صاحب کی نگاہ نقد و تحقیق اس شاہکار پر پڑی تو اپنی عمر کا ایک قیمتی حصہ اس پر صرف کر دیا۔ کتاب کے استعمال کے لئے رہنما اصول وضع کئے۔ کتاب پر ایک مستقل حاشیہ لکھا۔ لغات کی مغلقات کو حل کر کے ایک دوسرے مصادر عربیہ سے انہیں مربوط کیا۔

حرف آخر | دسمبر ۱۹۷۶ء میں جب میں بغرض پی ایچ ڈی جامعہ بغداد پہنچا تو وہاں کے علماء و فضلاء نے مجھ سے شیخ عبدالعزیز المسمیٰ کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ میں نے گول مول جوابات دئے کیونکہ پاکستان میں میں صرف انہیں ایک معمولی عالم جانتا تھا۔ دیکھ کر عرب میں جب ان کی فضیلت مجھ پر عیاں ہوئی تو میں حیران رہ گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اتنی بڑی ہستی سے نوازا ہے کہ وہ عربوں کے نزدیک عربی ادب کے بیسیوں صدی کے سب سے بڑے نقاد اور محقق ہیں اور ان کے تحقیقی کاموں نے عربی کتب خانوں کو زینت بخشی ہے ایک سکالر نے راقم سے کہا۔ کہ "ہم مولانا مودودی کو عربیت کا بڑا فاضل سمجھتے تھے لیکن جامعہ بغداد میں اردو میں تقریر کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا ترجمان جو پاکستانی تھا بھی عربی زبان پر ان سے زیادہ قادر ہے مگر مسمیٰ صاحب کی تقریر اور تحریر نے ہم پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ جب کبھی ہم ان کی تخلیقات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پاکستان کا نام ہمارے ذہنوں میں ابھر رہا ہے جب تک ان کی تالیفات باقی رہیں گی پاکستان کا نام ان کے ساتھ زندہ رہے گا۔

آج کل ہمارے ملک میں فاؤنڈیشن کی بھرمار ہے فوجی فاؤنڈیشن۔ شہان فاؤنڈیشن۔ پولیس فاؤنڈیشن اور سیر فاؤنڈیشن وغیرہ۔ کیا کسی مسمیٰ فاؤنڈیشن کا قیام ممکن نہیں جس میں عرب بھی سرمایہ لگائیں اور پاکستان علاوہ پاکستانی غیر بھی۔ تاکہ علامہ صاحب کے تحقیقی کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔